مجھے آج (2 جون 2014ء) کو ایک ای میل کے ذریعے ماہنامہ الشریعہ کے جون 2014ء کے شمارے میں صوبہ خیبر پختونخوا اسمبلی سے حال ہی میں صوبے میں نجی قرضوں پر سود کی روک تھام کے حوالے سے منظور کردہ بل پر آپ کا مضمون پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ آپ نے اس مضمون کا عنوان رکھا ہے (خیبر پختونخوا میں سود کی ترویج کی ایک مذموم کوشش) اور اس میں ایک مقام پر آپ نے لکھا ہے کہ اس مسودہ قانون پر جناب سراج الحق صاحب کے دستخط بحیثیت منسٹر انچارج کے ثبت ہیں جو انہوں نے 14 اپریل 2014ء کو کیے ہیں یعنی جماعت اسلامی کے امیر کا حلف اٹھانے کے بعد پہلے ہفتے میں۔ میں اس حوالے چند معروضات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

1۔ مضمون کے ابتدائیہ میں آپ نے سود کی ممانعت، حرمت اور شناعت کے حوالے سے جو تحریر کیا ہے، اس سے مجھ سمیت جماعت اسلامی پاکستان کے ہر کارکن اور ہر مسلمان کو اتفاق ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ربا اور سود کا حرام قطعی ہونا قرآن وسنت کی واضح نصوص سے ثابت ہے اور اس کی حرمت پر دور نبوی سے لے کر آج تک فقہاء دین اور ائمہ مجتہدین کا اجماع موجود ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 275 ربا کے حرام قطعی ہونے کی صریح دلیل ہے اور اس آیت میں ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (خواہ وہ سود مفرد ہو یا سود مرکب)۔ اسی طرح سود سے متعلق قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح اور قباحت میں احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے۔

ان مختصر جملوں کو تحریر کرنے سے آپ جیسے صاحب علم کے سامنے سود کی حرمت پر دلائل دینا مقصود نہیں ہے بلکہ غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ سود کی ممناعت اور حرمت پر ان واضح نصوص شرعیہ کی موجودگی میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی کس طرح اس کی حرمت سے انکار کرسکتا ہے؟ یا دیدہ ودانستہ اور جان بوجھ کر سود کو جاری رکھنے کی مذموم کوشش کرسکتا ہے؟

2۔ اس موجودہ بل پر اپنا موقف دینے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بل کو پیش کرنے کے اس بنیادی سبب کا اعادہ کروں جس کا ذکر آپ نے بھی اپنے مضمون میں واضح طور پر کیا ہے اور وہ یہ کہ سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ جناب دوست محمد صاحب کے ریمارکس مختلف اخبارات میں چھپے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں نجی سود کے امتناع کے حوالے سے کسی قانونی خلاء کی وجہ سے ایسے سود خوروں کو عملاً سزا نہیں دی جاسکتی جنہوں نے معاشرے میں لوگوں کی مشکلات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ظلم وبربریت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ 2012ء میں ایک از خود نوٹس کی سماعت کے دوران معزز سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ کے ریمارکس اور اظہار ناراضگی کا بھی آپ نے اپنے مضمون میں ذکر فرمایا ہے۔ میں نے آپ سے اسلام آباد کے سیمینار میں ملاقات سے قبل ایک تحریر (ریکارڈ میں موجود) کے ذریعے موجودہ سینئر وزیر (وزیر خزانہ) اور اس وقت جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر محترم جناب سراج الحق صاحب کی توجہ اس حوالے سے ضروری قانون سازی کے علاوہ کئی دیگر امور کی طرف بھی دلائی تھی جس پر انہوں نے ایک کمیٹی بھی تشکیل دے دی تھی۔ اس کمیٹی میں دیگر ماہرین کے علاوہ مجھ جیسے طالب علم کا نام بھی شامل تھا لیکن میں بیرون ملک سفر کی وجہ سے شرکت نہ کرسکا۔

3۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس موضوع پر تو آپ کے والد محترم جناب اکرام اللہ شاہد صاحب کی طرف سے پیش

کردہ بل جولائی 2007ء میں اس وقت کی صوبائی اسمبلی سے پہلے ہی منظور ہو چکا تھا اور حیرت کا اظہار کیا ہے کہ اسکا علم اس وقت کے سینئر وزیر محترم سراج الحق صاحب اور مجھے کیوں نہیں تھا جبکہ میں اس وقت ممبر قومی اسمبلی اور ایم ایم اے حکومت کی تشکیل کردہ نفاذ شریعت کونسل کا رکن بھی تھا۔ اپنے بارے میں آپکے تحریر کردہ تعریفی جملوں کو میں آپ کے حسن ظن سے تعبیر کرتا ہوں، ورنہ من آنم کہ من دانم کے مصداق میں اپنے آپکو اچھی طرح جانتا ہوں۔ بہر حال میں آپ کے اس حسن ظن کے لیے آپ کا مشکور ہوں اور آپ کے بارے میں یہ رائے رکھتا ہوں (جس کا میں کئی مرتبہ دوستوں کی مجالس میں اظہار بھی کر چکا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی دانش وبصیرت سے نوازا ہے۔ نومبر 2013 کو اسلام آباد کے سیمینار میں میرے سابق کلاس فیلو اور اس پروگرام کے میزبان جناب ڈاکٹر ضیاء اللہ رحمانی صاحب کو میں نے بتا دیا تھا کہ اپنے موضوع پر مدلل، مربوط اور علمی مقالہ برادرم محمد مشتاق احمد نے پیش کیا ہے۔

جہاں تک شریعت کونسل کے ممبر ہونے کی حیثیت سے مجھے آپ کے والد محترم اور ہمارے مشفق بزرگ محترم اکرام اللہ شاہد صاحب کے پیش کردہ بل کا علم کیوں نہ ہو سکا تو اس حوالے سے میں عرض کروں کہ آپ کے والد محترم کے بل کا مسودہ شریعت کونسل میں برائے غور وخوض آیا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اس پر رائے دینے یا اسکا علم ہونے کی بات تو یہیں پر ختم ہو جاتی ہے۔ جماعت اسلامی کی طرف سے اس وقت میرے علاوہ محترم پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب اور جناب ارباب عثمان صاحب ایڈووکیٹ بھی اس کونسل کے اراکین تھے اور ان سے اس بات کی تصدیق کرائی جاسکتی ہے۔

آپ کے والد محترم اس وقت حکمران جماعت ایم ایم اے کی پارلیمانی پارٹی کے ایسے رکن تھے جن کو صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر کی حیثیت سے ایک اہم اور باعزت منصب سے بھی نوازا گیا تھا۔ اس لیے مناسب تو یہی ہوتا کہ ایک سرکاری ممبر کی حیثیت سے باہمی مشاورت سے یہ بل اسمبلی میں آتا، لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کے جہاندیدہ اور پارلیمانی روایات سے اچھی طرح باخبر والد محترم نے ایسا نہیں کیا تو ان کے پاس اس کی معقول وجہ بھی ہوگی۔ میں ذاتی طور پر ان کی طرف سے اس اہم موضوع پر قانون سازی کی کاوش کو نہایت تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس دینی کاوش پر اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

4۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپکے والد محترم کے پیش کردہ اس بل کو ایم ایم اے حکومت میں دو سال تک لٹکائے رکھا گیا تو اگر واقعی کسی فنی، انتظامی یا کسی دیگر معقول وجہ کے بغیر ایسا ہوا ہے تو میں اس کی مذمت کرتا ہوں اور یہ یقیناً اچھا نہیں ہوا ہے۔ لیکن اگر اس کو بالآخر اسی اسمبلی سے متفقہ طور پر پاس بھی کرایا گیا ہے تو دیر آید درست آید کے مصداق یہ بھی ایک قابل تحسین کام ہوا ہے۔

5۔ جہاں تک پھر بھی محترم سراج الحق صاحب اور ہماری طرف سے اس بل کے بارے میں ہماری لاعلمی کو ہماری ایک کمزوری کے طور پر بتا کر حیرت کا اظہار کیا گیا ہے تو آپکو معلوم ہے کہ جب کسی اسمبلی سے کوئی بھی قانون بنتا ہے تو اسکو فوری طور پر قانون کی سرکاری کتاب یا دستاویز کا حصہ بنایا جاتا ہے اور جج حضرات سمیت وکلاء بھی ان قوانین سے اپنے آپکو باخبر رکھتے ہیں کیونکہ انہی قوانین سے تو انکو تقریباً روزانہ واسطہ پڑتا ہے۔ جبکہ آپکے والد محترم چونکہ خود ایک

سیاست دان ہیں، اسلئے آپ یہ بھی یقیناً جانتے ہونگے کہ سیاست سے وابستہ ایسے لوگوں کا زیادہ وقت مختلف النوع مصروفیات اور خدمات کے حوالے سے عوامی میدان میں گزرتا ہے۔ یہ پھر بھی اپنے آپکو باخبر نہ رکھنے کے لیے یہ کوئی Excuse اور معقول وجہ نہیں ہونی چاہیے،لیکن اگر واقعی ایسا ہے کہ امتناع سود کے حوالے سے واقعتاً ایک مکمل اور قابل عمل قانون سازی موجود تھی اور اسکا ہمیں علم نہیں تھا تو مشتاق بھائی، از راہ تفنن عرض کردوں کہ سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ سمیت صوبے کے ان دیگر جج اور وکلاء صاحبان کو اگر اسطرح کی قابل عمل قانون سازی کا علم نہ ہوسکا جو اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور قانونی پس منظر کی وجہ سے ہمہ وقت قانون کی تعبیر وتشریح اور مطالعے میں مصروف رہتے ہیں تو ہم جیسے کمزور انسانوں کی لاعلمی زیادہ اچنبھے کی بات نہیں ہونی چاہیے اور اس بنا پر ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری اس کمزوری اور غلطی پر ہمیں معافی مل جائے گی۔

6۔لیکن امر واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ کو بھی اس قانون کی موجودگی کا علم تھا جسکا حوالہ آپ نے دیا ہے اور سینئر وزیر صوبہ محترم سراج الحق صاحب کی قائم کردہ اس کمیٹی کو بھی علم تھا جس نے اس نئے بل کے مسودے پر اپنے اجلاس میں غور کیا تھا۔اس اجلاس کے ریکارڈ ڈمنٹس کے علاوہ پشاور سے کمیٹی کے رکن پروفیسر سید محمد عباس صاحب سے بھی اس بات کی تصدیق کرائی جاسکتی ہے کہ بل کی منظوری سے قبل کمیٹی کے علم تھا کہ اس موضوع پر ایک قانون پہلے سے موجود ہے لیکن بقول سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ کے اس میں موجود نقص کی وجہ سے اس قانون کے مطابق مجرموں کو سزا نہیں دلائی جاسکتی۔آپ نے لکھا ہے کہ (عدالت عالیہ کے متعلقہ آرڈر شیٹ نکال لینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس قانون کو مزید موثر بنانا چاہتے تھے اور اسی مقصد کے لیے انہوں نے حکومت کو احکامات جاری کیے تھے) سوال یہ ہے کہ سابق چیف جسٹس صاحب کے ریمارکس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے سودی کاروبار والوں کو سزا دلوانا چاہتے تھے لہٰذا اگر مذکورہ قانون زیادہ موثر نہیں تھا تو تھوڑا موثر تو ضرور ہوگا لیکن ہم نے کسی ایسے مجرم کو اس قانون کے تحت تھوڑی سزا پاتے بھی نہیں دیکھا۔اس لیے اس قانونی خلا کو پر کرنے یا آپ کے بقول اس قانون کو زیادہ موثر بنانے کے لیے نئی قانون سازی یہ کا اقدام کیا گیا۔

7۔اب آیئے اس اہم نکتے کی طرف کہ اس بل میں تو ایک لحاظ سے سود کو جواز دینے کا تاثر پایا جاتا ہے تو میں بلا تامل اس بات سے متفق ہوں اور یہی تاثر میں نے بھی لیا ہے لیکن یہ تاثر میں نے آپ کا مضمون پڑھنے سے پہلے اس وقت لیا تھا جب میں نے 13 مئی 2014ء کے اخبارت میں اس بل کی منظوری سے متعلق پڑھا۔میرے پاس منظور شدہ بل کی نقل تو نہیں تھی لیکن بل سے متعلق اخبار میں موجود ایک جملے کو اسی وقت میں نے نوٹ کرکے 15 مئی 2014ء کو محترم سراج الحق صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھ کر ای میل کیا اور اسکی کاپی جماعت اسلامی صوبہ خیبر پختونخوا کے امیر محترم پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب کے ذاتی ای میل پر بھیج دی۔(محترم سراج الحق صاحب کو ارسال کردہ خط کی نقل اس تحریر کے ساتھ منسلک ہے)۔اخبار کے مطابق وہ جملہ جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ اس سے سود کو جواز فراہم ہورہا ہے، یوں ہے: ’’نجی قرضوں پر سود کی روک تھام کے بل کے مطابق نجی سطح پر قرضوں کی فراہمی بینکوں کی

جانب سے قرضوں کی فراہمی پر مقرر کردہ شرح منافع سے زائد پر نہیں دیے جاسکیں گے۔''

اس پر صوبائی وزیر خزانہ محترم سراج الحق صاحب کی خدمت میں تحریر کردہ خط میں عرض کیا تھا کہ ''لیکن اس بل میں اس نکتے سے مجھے پریشانی اور تشویش بھی پیدا ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے (یہاں اوپر والا جملہ نقل کیا گیا ہے)۔ظاہر ہے کہ قرض پر جو منافع لیا جائے تو وہی تو سود ہے اور عملاً پاکستان کے بینکوں میں یہی کچھ ہورہا ہے۔بل کے مذکورہ جملے سے گویا ہم خود سود کو جواز فراہم کررہے ہیں۔''اور پھر میں نے اصلاح کی تجویز دی ہے جو آپ ملحقہ خط میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

اگر ہماری تربیت متعصّبانہ ماحول میں ہوتی اور ہم جماعتی تعصب کا شکار ہوتے تو ہم اس غلطی کے لیے تاویلیں پیش کرکے اس کا دفاع کرتے لیکن الحمدللہ ہم پہلے مسلمان ہیں اور بعد میں جماعت اسلامی میں اس لیے شامل ہیں کہ یہ ہمیں منہج رسول کے مطابق اقامت دین کے لیے مخلصانہ جدوجہد کرنے والی جماعت نظر آرہی ہے۔

8۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی جماعت اسلامی اقامت دین کے لیے کام کرنے والی جماعت ہے تو اس بل میں موجود اس غلطی کی وجہ کیا ہے؟ تو میں بالکل شرح صدر اور پورے اعتماد کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ اسکی وجہ یہ قطعاً نہیں ہے کہ خدانخواستہ جماعت اسلامی سودی نظام کو جائز سمجھتے ہوئے اسکو جاری رکھنے کے لیے ارادتاً کوشش کررہی ہے۔آپکو معلوم ہے کہ میرے والد مرحوم شیخ القرآن حضرت مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا لیکن انہوں نے 1991 میں وفاقی شرعی عدالت میں عملاً پیش ہوکر سودی نظام کے خاتمے اور حرمت سود پر مدلل اور جامع بیانات ریکارڈ کرائے تھے جس کی روشنی میں وفاقی شرعی عدالت نے 14 نومبر 1991ء کو متفقہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ بینکوں کا سود وہی ربا ہے جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے بھی 23 دسمبر 1999ء کو اس فیصلے کی توثیق کردی تھی اور حکم دیا تھا کہ جون 2001ء تک سودی معیشت کا مکمل خاتمہ کردیا جائے۔لیکن عملاً کیا ہوا؟ اس کی پوری تفصیل آپ کو معلوم ہے جس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔اس وقت پھر اسی حوالے سے ایک پٹیشن وفاقی شرعی عدالت میں زیر سماعت ہے جس میں جماعت اسلامی کے دیگر افراد کے علاوہ میرا نام بھی عدالت کے سامنے پیش ہونے والے افراد کی فہرست میں شامل ہے۔لہٰذا یہ تو ایک کھلے تضاد کی کیفیت ہے کہ ایک طرف تو جماعت اسلامی سودی نظام کے خاتمے کی کوشش کررہی ہے اور دوسری طرف صوبہ خیبر پختونخوا کی اپنی وزارت میں سودی نظام کے تحفظ کی دانستہ کوشش کررہی ہے۔

میرے نزدیک اسکی واحد وجہ بے توجہی ہے کہ متعلقہ ذمہ داران اور ارکان اسمبلی نے اسکا پورے انہماک اور توجہ سے مطالعہ نہیں کیا اور محض امتناع سود کا عنوان دیکھ کر اس کو ووٹ دیا۔میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ ہماری بیوروکریسی ابھی تک اسلامی نظام کے عملی نفاذ اور سودی نظام کے خاتمے کے لیے تیار نہیں ہے اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ ڈرافٹنگ کے دوران متعلقہ بیوروکریسی نے اسکی یہ شکل بنادی ہو۔اس نکتے سے میں صوبائی حکومت اور متعلقہ ذمہ داران کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش نہیں کررہا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ قانون سازی جیسے اہم معاملے میں بے توجہی بھی کوئی معمولی غلطی نہیں ہے لیکن عدم توجہ کی وجہ سے ایک کام کے ہوجانے اور عقیدہ وفکر کی بنیاد پر دانستہ طور پر ایک عمل کے اصدار میں

زمین وآسمان کا فرق ہے۔

9۔ میں نے اپنے والد مرحوم کے وقت سے لے کر اب تک جماعت اسلامی کے نظام کا جتنا مشاہدہ کیا ہے تو اسکی روشنی میں یہ کہ سکتا ہوں کہ جماعت کے شورائی اداروں اور مجالس میں جب کسی معاملے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک واضح صورت سامنے آجائے تو اسی کو اختیار کیا جاتا ہے، چاہے اس سے پہلے کسی غلط فہمی کی وجہ سے جماعتی طور پر کوئی دوسرا موقف ہی کیوں اختیار نہ کیا گیا ہو۔ یعنی انسانی کمزوری کی بنیاد پر کی گئی غلطی سے رجوع کر کے اسکی اصلاح کی جاتی ہے اور ایسا عملاً ہوتا رہا ہے جسکی میں آپکی خدمت میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ 1991ء میں جناب نواز شریف صاحب کی سابقہ حکومت میں اس وقت کے پارلیمنٹ سے نفاذ شریعت بل منظور کرایا گیا تھا۔ اس وقت میرے والد مرحوم پارلیمنٹ کے رکن نہیں تھے لیکن جماعت اسلامی کے دیگر اراکین پارلیمنٹ نے اس بل کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ جب اخبارات سے معلوم ہوا کہ اس بل میں خلاف اسلام دفعات بھی شامل ہیں تو میرے والد مرحوم نے جماعت اسلامی کے ایک اہم ذمہ دار اور مرکزی شوریٰ کا رکن ہوتے ہوئے ''نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء کا شرعی جائزہ'' کے عنوان سے ایک مفصل مضمون لکھا (چھپی ہوئی شکل میں اب بھی موجود ہے) اور جماعت کے مرکزی شوری میں اس پر قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل پیش کے لیے جس کے بعد جماعت نے بطور وضاحت مرکزی شوری سے ایک باقاعدہ قرارداد منظور کرائی جس میں اس بل کو نفاذ شریعت سے فرار کا بل قرار دیا گیا۔

10۔ غلطیوں کا شکار ہونے کے اس معاملے پر بھی تنقید کی جاسکتی ہے لیکن ایک عرصے سے جماعت کے کارکنان اور ذمہ داران کو قریب سے جانتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کی وجہ بھی وہ پیاس، تڑپ، لگن اور بے قراری ہے جو جماعت کے ذمہ داران اور تمام کارکنان کے دلوں میں شریعت کے عملی نفاذ کے حوالے سے موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی شریعت کے پیاسے یہ کارکنان شریعت کے حوالے سے کسی بھی پیشرفت کا موقع پاتے ہیں تو اس طرح بے اختیار دوڑتے ہیں جس طرح پیاسا کنویں کی طرف دوڑتا ہے۔ اس لیے موجودہ بل میں خامی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ امیر جماعت اسلامی پاکستان محترم سراج الحق صاحب خدانخواستہ صوبے میں سودی نظام کی ترویج وبقاء چاہتے ہیں بلکہ اسکی وجہ محترم سراج الحق صاحب اور ان کے رفقاء کے دلوں میں شریعت کیلئے موجود وہ شدید پیاس اور تڑپ ہے جس نے محترم سراج الحق صاحب کو مجبور کیا کہ جونہی ان کو معلوم ہوا کہ نجی سود کے امتناع کے لیے قانون سازی کی ضرورت ہے تو انہوں نے فوری طور پر اس حوالے سے عمل درآمد کا آغاز کرایا اور اسی سرعت اور تیزی کی وجہ سے اس قانون سازی میں ایک ٹھوس غلطی صادر ہوگئی۔ میں پھر اس بات کا اعادہ کروں کہ سرعت یا بے توجہی کی وجہ سے کی گئی غلطی بھی بہر حال غلطی ہے جس کی اصلاح کی فوری کوشش ہونی چاہیے۔ میں دوبارہ اس طرف محترم امیر جماعت اور دیگر قائدین کی توجہ دلاؤں گا اور اپنی جماعت کو جانتے ہوئے مجھے امید ہے کہ اسکی اصلاح ضرور ہوگی، ان شاءاللہ۔

11۔ آخر میں بڑے ادب واحترام کے ساتھ آپکی خدمت میں یہ بھی عرض کروں کہ کسی خامی کی اصلاح یا کسی معاملے کی طرف توجہ دلانا آپکا حق بھی ہے اور بحیثیت مسلمان ایک ذمہ داری بھی ہے لیکن ایک رسالے میں اس تنقیدی

انداز میں مضمون شائع کرانا میرے خیال میں مناسب نہیں تھا۔ جماعت اسلامی پاکستان، جمعیت علماء اسلام (ف) اور (س) اور دیگر دینی جماعتوں کے درمیان بعض اختلافات کے باوجود کم از کم اس اہم قدر مشترک پر تو اتفاق موجود ہے کہ یہ سب جماعتیں اپنے منشور اور پروگرام میں واضح طور پر ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہیں اور پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانے والی قوتوں کے راستے میں مزاحم ہیں۔ لہٰذا اسطرح کی پبلک تنقید سے ان سیکولر قوتوں کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ مناسب ہوتا کہ اگر آپ اپنی اسی تحریر میں اٹھائے گئے نکات کو شائع کرانے سے قبل محترم سراج الحق صاحب اور جماعت کی قیادت کے علم میں لاتے اور پھر دیکھتے کہ اگر وہ اس غلطی کو برقرار رکھنے پر اصرار کرتے یا ایک مناسب وقت گزرنے کے باجود اسکی اصلاح نہ کرتے تو پھر آپکو حق پہنچتا کہ اس طرح پبلک میں اس پر کھل کر تنقید کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ اپنے دین کی اتباع اور خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ شکریہ

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن

مدیر جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان

رکن مرکزی مجلس شوریٰ وعاملہ جماعت اسلامی پاکستان

(۳)

برادرم محمد مشتاق احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

14 جون 2014ء کو آپکا ای میل ملا جس میں آپ نے نجی قرضوں پر سود کی ممانعت کے حوالے سے صوبہ خیبر پختونخوا کی اسمبلی سے حال ہی میں پاس کردہ بل کے بارے آپکے نام میرے خط مورخہ 2 جون 2014ء کو ماہنامہ الشریعہ میں شائع کروانے کے بارے میں پوچھا ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا شکرگذار ہوں لیکن میرے خیال میں تو یہ کسی علمی اختلاف کا موضوع نہیں تھا اور نہ ہی بل میں موجود سقم اور غلطی کے بارے میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف تھا بلکہ اس خط کا مقصد آپکے مضمون میں بعض نکات کے حوالے سے ایک خط کے ذریعے اپنے احساسات کا اظہار کرنا تھا جس پر آپ نے اپنے جوابی ای میل میں نہایت ہی اچھے انداز میں اپنے ردعمل کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس لیے میں اسکو شائع کرانے کے حق میں نہیں تھا، البتہ میں نے اس کی کاپی امیر جماعت اسلامی پاکستان وصوبائی وزیر خزانہ صوبہ خیبر پختونخوا محترم جناب سراج الحق صاحب کی خدمت میں صرف اس مقصد کے لیے ارسال کر دی تھی کہ اس بل میں وہ اہم تبدیلیاں لائی جاسکیں جن کے بارے میں میں نے اپنے خط میں امید کا اظہار کیا تھا۔

بہرحال اگر آپ اس کو شائع کروانا چاہتے ہیں تو جواب در جواب کی صورت اختیار نہ کرنے کی صورت میں اس کی اشاعت میں کوئی حرج بھی نہیں ہے بلکہ اس وقت تو اس کی اشاعت اس لحاظ سے مفید بھی ہوگی کہ اس دوران ہونے والی ان مفید اور مثبت developments کا تذکرہ بھی ساتھ ہی شایع ہوجائے گا جن کے حوالے سے میں نے اپنی قیادت کے بارے میں حسن ظن اور مثبت امید کا اظہار کیا تھا، فالحمدللہ علی ذالک۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اخبارات کے ذریعے موجودہ بل کی صوبائی اسمبلی سے منظوری کے بارے میں پڑھ کر میں نے 15 مئی 2014ء کو محترم جناب سراج الحق صاحب کو ایک خط کے ذریعے اپنی تشویش سے آگاہ کر دیا تھا اور باقاعدہ ایکٹ بننے سے قبل اس پر دوبارہ غور کرنے کی درخواست کی تھی۔ اسی طرح ماہنامہ الشریعہ میں آپ کے مضمون اور اس حوالے سے اپنے اس خط سے بھی آگاہ کر دیا تھا جس میں مذکورہ بل میں ضروری تبدیلیوں کے حوالے سے امید کا اظہار کیا تھا۔

مجھے بہت اطمینان حاصل ہوا اور میں اس بات پر اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرتا ہوں کہ محترم سراج الحق صاحب نے اس اہم معاملے کا فوری نوٹس لے کر 5 جون 2014ء کو پشاور میں ایک اہم اجلاس بلایا جس میں سرکاری ذمہ داران کے علاوہ بعض جید علماء کرام کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مجھ جیسے طالب علم کو بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن میں بیرون ملک سفر کی وجہ سے اس اجلاس میں شرکت نہیں کر سکا۔ دعوت نامے کے ساتھ اسمبلی سے موجودہ منظور شدہ بل کی کاپی بھی ارسال کر دی گئی تھی، لہٰذا میں نے 4 جون 2014ء کو دوران سفر کچھ ضروری تجاویز بذریعہ ای میل ارسال کر دی تھیں۔ ان تجاویز میں ایک تجویز یہ بھی دی تھی کہ اس موضوع پر ایک نئے بل کی بجائے 2007ء والے ایکٹ میں ضروری ترامیم لائی جائیں۔ (میری طرف سے ارسال کردہ تجاویز کی نقل منسلک ہے)۔ اس بل کی اہمیت کے پیش نظر محترم جناب سراج الحق صاحب نے خود اس اجلاس کی صدارت کی اور صوبے سے سود کی اس لعنت کو دور کرنے کے لیے موجودہ بل میں ضروری ترامیم تجویز کرنے کے لیے جید علماء کرام اور ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کرنے کا اعلان کیا۔ مجھے امید ہے کہ ان مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں ہم نجی سطح پر سودی لین دین میں ملوث افراد کو قانوناً عبرت ناک سزا دلوانے میں کامیاب ہو جائیں گے، ان شاء اللہ۔

میری طرف سے محترم مولانا زاہد الراشدی مدظلہ اور برادرم عمار ناصر حفظہ اللہ کی خدمت میں سلام عرض کیجیے گا۔

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن

مہتمم جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان

ناظم اعلیٰ رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۴)

"خیبر پختون خوا میں سود کی ترویج کی ایک مذموم کوشش: جماعتِ اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کا موقف؟" کے عنوان سے ماہنامہ "الشریعہ" کے جون کے شمارے میں راقم کا مضمون شائع ہوا اور حسبِ توقع اس کی اشاعت بہت مفید ثابت ہوئی۔ یکم جون کو ہی ملک کے اندر اور باہر سے بعض دوستوں نے ای میل اور فون کے ذریعے رابطہ کر کے تفصیلات کا مطالبہ کیا۔ بعض دوستوں نے یہ مضمون سوشل میڈیا پر بھی شیئر کیا جس کی وجہ سے بھی بہت سے لوگوں تک یہ مضمون پہنچا۔ زیادہ تر جماعتِ اسلامی، یا یونی ورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبہ کے حلقے سے ہی لوگوں نے رابطہ کر کے اپنے ردعمل کا اظہار کیا اور نہایت خوش آئند امر یہ رہا کہ یہ ردعمل بالعموم مثبت رہا۔ 2 جون کو ہمارے مخدوم جناب مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمان صاحب نے دوران سفر ہی ملائشیا سے ایک طویل مراسلہ ای میل کے ذریعے بھیجا جسے اس شمارے